Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:11 (1969)

ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

کا

کُتب خانہ

قاضی محمد اشرف اسسٹنٹ لائبریرین

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں تین چار ہی بڑے بڑے کتب خانے موجود تھے جن میں کہلانے اور قابلِ ذکر کتب خانے پنجاب یونیورسٹی لائبریری، پنجاب پبلک لائبریری اور ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری ہیں۔ قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی دستور ساز اسمبلی نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اس کے لئے ایک اچھے کتب خانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ کتب خانہ اب ۵۰،۰۰۰ کتابوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے لئے نئی یونیورسٹیاں قائم کی گئیں جن میں کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی اور راجشاہی یونیورسٹی ہیں۔ ان یونیورسٹیوں کے اپنے کتب خانے ہیں۔ ہر کتب خانے میں اس وقت پچاس ہزار سے لے کر ڈیڑھ لاکھ تک کتابیں ہیں۔

یونیورسٹیوں کے کتب خانے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تحقیقاتی کاموں میں بھی ممد و معاون ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض مخصوص ادارے علمی و فنی تحقیقات کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے اپنے کتب خانے بھی ہیں۔ ایسے کتب خانوں میں فنی و خصوصی کتب کے علاوہ رسائل، میکروفلم، تحقیقاتی مقالے و دیگر مواد بھی جمع کئے جاتے ہیں۔ انجنیئرنگ یونیورسٹی مغربی پاکستان۔ انجنیئرنگ یونیورسٹی مشرقی پاکستان، زراعتی یونیورسٹی لائل پور کا زرعی تحقیقاتی ادارہ، محکمہ جنگلات کا تحقیقاتی ادارہ، اسٹیٹ بنک، میڈیکل ریسرچ سنٹر، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور میں فنی اور خصوصی کتب خانے موجود ہیں۔

حکومت پاکستان نے ۱۹۵۷ء میں ایک اسلامی ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس ادارہ کا کام مولانا عبدالعزیز میمن صاحب کے سپرد کیا گیا۔ اس سلسلے میں آپ نے دو سفر کئے۔ اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک مصر، شام، بلاد المغرب، ایران، ترکی سے تقریباً ڈھائی ہزار کتابیں خرید کر ہمراہ لائے۔ کراچی شہر

میں شرف آباد کے علاقہ میں ایک کرائے کے مکان میں یہ کتابیں رکھی گئیں۔ اس کے بعد خریداری رک گئی۔
۱۹۵۸ء میں اسلامی ادارہ کے قیام کی تجویز پر نظرثانی کی گئی۔ اور ۱۹۶۰ء میں اس کا قیام عمل میں آیا۔
اس ادارے کے اولین ڈائرکٹر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مقرر ہوئے۔ اس ادارہ کا نام مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی رکھا گیا۔ اب اس کا نام ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی ہے۔ ۱۹۶۰ء سے کتب خانے کے لئے کتابوں کی خریداری کی مہم تیز کی گئی۔ ڈاکٹر قریشی نے اپنی توجہ اس طرف مبذول فرما کر کتب خانے کے لئے عمدہ کتابوں کے ذخائر جمع کرنے میں مدد فرمائی۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی بحیثیت مہتمم کتب خانہ مقرر ہوئے جو کہ پہلے ہی سے اعزازی طور پر یہ خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ کتب خانہ کا عملہ ایک مہتمم کتب خانہ، ایک کیٹالاگر، ایک لائبریری اسسٹنٹ، ایک ٹائپسٹ اور ایک دفتری پر مشتمل تھا۔

ڈاکٹر فضل الرحمن نے اس ادارہ کا چارج ڈاکٹر قریشی سے اگست ۱۹۶۲ء میں لیا۔ آپ نے بھی کتب خانہ میں ذاتی دلچسپی لی۔ کتابوں اور دوسرے علمی مواد کے لئے آپ نے پروفیسر ڈاکٹر صغیر حسن معصومی اور خالد اسحاق کو بیرونی ممالک بھیجا۔ جہاں سے وہ مطبوعہ کتابوں کے علاوہ ڈھائی سو نایاب کتابوں کی میکروفلم لائے۔ اس سے قبل مجھے لائبریری ایسوسی ایشن لندن سے انٹرن شپ حاصل ہوئی۔ اور ایک سال کے لئے فنی تربیت کے لئے برطانیہ جانے کی اجازت مل گئی۔ میں نے وہاں کے مختلف کتب خانے دیکھے، جن میں برٹش میوزیم، سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز، مانچسٹر یونیورسٹی اور پبلک لائبریری قابلِ ذکر ہیں۔ میں نے اسٹیفورڈ کونٹی لائبریری (STAFFORD COUNTY LIBRARY) کے مختلف شعبوں میں ایک سال عملی کام کر کے اپنی تربیتی مدت کو پورا کیا۔ میں اب ادارہ کے اسی کتب خانہ میں نائب مہتمم کتب خانہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر فضل الرحمن نے بھی ایک سفر تلاشِ کتب کے لئے کیا۔ جس میں زیادہ تر مطبوعہ جدید کتابوں کی خریداری کی گئی۔ عربی و فارسی کتابوں کے علاوہ انگریزی، جرمنی اور فرانسیسی تحقیقاتی کتابیں بھی خریدی گئیں۔ یہ کتب خانہ ادارہ کے ساتھ ساتھ سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی سے فاران ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی میں منتقل ہوا۔ پھر راولپنڈی دلا کر تی منتقل ہوا اور آج کل اسلام آباد سیکٹر جی ۴-۶ میں موجود ہے۔

اس قلیل عرصہ میں اس کتب خانہ میں منتخب کتابوں کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔

مطبوعہ کتابیں	۱۶۰۰۰	مخطوطات	۸۶
میکروفلم	۳۰۰	عکسیات	۱۷۳

ان کتابوں کے علاوہ چند رسائل کے پُرانے پرچے موجود ہیں۔ جن میں اسلامک کلچر، مسلم ورلڈ، نیڈ ڈی ایم جی، الاسلام، معارف، اورنٹیل کالج میگزین قابلِ ذکر ہیں۔ مطبوعہ کتابوں میں بعض ۱۵۹۳ء اور اس کے بعد کی طبع شدہ ہیں۔ کتابوں کی مجموعی تعداد تو بہت زیادہ نہیں ہے لیکن جو ہے وہ منتخب اور بڑی مفید ہے۔ کتابوں کا انتخاب اس اصول پہ کیا گیا ہے کہ اسلامی علوم میں سے کسی بھی موضوع پر تحقیقات کرنے والے کو تمام وہ ضروری مواد مل جائے جس کی اُسے اپنے تحقیقی کام میں ضرورت ہوگی۔ چاہے وہ مواد دنیا کی کسی زبان میں ہو۔

کہنے کو تو اسلامی علوم ایک مختصر سا لفظ ہے لیکن ان کی تفصیل کے لئے مختصراً یہ خیال رہے کہ مسلمانوں نے چوتھی صدی ہجری کے وسط تک تقریباً دو سو پچاس شاخیں علم کی ایجاد کرلی تھیں۔ ان میں سے صرف ان علوم کی تعداد جو قرآن مجید کی خدمت کے لئے وجود میں آئے ۲۷ ہے۔ مثلاً اعجاز القرآن، مجاز القرآن، اعراب القرآن، تجوید القرآن، تراجم القرآن، لغات القرآن، قصص القرآن البدیع وجغرافیہ قرآنی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح احادیث نبویؐ اور اُن کی روایت سے متعلق مختلف فنون پیدا ہوئے۔ جن کی تعداد تیسری صدی ہجری ہی میں تقریباً ڈیڑھ درجن ہوچکی تھی۔ مثلاً علم جرح وتعدیل، مصطلح الحدیث، اطراف الحدیث، لغات الحدیث وغیرہ وغیرہ۔

اس سے ایک اندازہ ہوسکتا ہے کہ علوم اسلامیہ یا اسلامی علوم کا لفظ کتنی وسعت رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ تو چوتھی صدی کے وسط تک کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد ان علوم میں جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ طاش کبری زادہ کی مفتاح السعادۃ، حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، اسمٰعیل پاشا کی الضیاح المکنون اور مولانا محمد حسنؒ کی معجم المصنفین پر ایک نظر ڈال کر کیا جاسکتا ہے۔ جہاں فنون اور ان کی ذیلی تقسیموں کا حال درج ہے۔ چونکہ ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کا کتب خانہ ایک مخصوص قسم کا تحقیقاتی کتب خانہ ہے۔ اس لئے یہاں کتابوں کا ذخیرہ بھی خاص انداز کا ہے۔ ہم اس کی کوئی تفصیلی فہرست تو فی الحال نہیں پیش کرسکتے، کیوں کہ یہ ایک بہت بڑا کام ہے۔ البتہ کتب خانہ میں جن فنون پر زیادہ کتابیں موجود ہیں، ان کی فہرست یہ ہے:-

۱۔ تفسیر	۲۔ حدیث	۳۔ سیرۃ نبوی
۴۔ فقہ	۵۔ قانون	۶۔ فلسفہ
۷۔ کلام	۸۔ مناظرہ	۹۔ ادیان وملل
۱۰۔ تاریخِ اسلام	۱۱۔ تاریخ پاک وہند	۱۲۔ عربی ادب
۱۳۔ تصوف	۱۴۔ تراجم ورجال	......

مطبوعہ کتابوں اور نادر نسخوں کے علاوہ اس کتب خانہ میں ۸۶ مخطوطات بھی موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر طبع ہو چکے ہیں۔ پھر بھی تاریخی حیثیت سے ان کی خاصی اہمیت ہے، عبدالقدوس ہاشمی مہتمم کتب خانہ کی رہنمائی میں بالفعل کتب خانہ کے مخطوطات کی ایک فہرست بالاقساط شائع کی جاتی ہے تاکہ اہلِ علم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کتب خانہ میں کن کن کتابوں کے قلمی نسخے محفوظ ہیں اور وہ کس قدر پرانے ہیں۔

ہر مخطوطہ کے متعلق کتاب کا نام، مصنف کا نام، حجم، تقطیع، سطر فی صفحہ، خط، کاتب کا نام، مقام کتابت وسَن کے علاوہ کاغذ اور روشنائی جو اس نسخہ میں استعمال کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ داخلہ نمبر اور فن متعلقہ کا ذکر بھی ہے۔ ہر نسخہ کے متعلق ایک مختصر نوٹ بھی دیا جا رہا ہے، جس میں کتاب، مصنف اور کاتب کے متعلق مزید معلومات درج ہیں:۔

مخطوطات عربیہ

۱:۔ قرآن مجید ———— داخلہ ۲۷۴۷

حجم ۶۱۰ صفحات، تقطیع $\frac{۸\frac{۱}{۲} \times ۵}{۵ \times ۳}$، ۱۵ سطری، بخط نسخ، لوح مطلا مشجر، کاتب القاضی السید عبداللہ لطفی والسید اسمٰعیل حلمی، مقام قرہ جار دیرانی (ترکی)، ۱۲۸۷ھ

خطِ نسخ کا بہترین نمونہ ہے۔ آیات واوقاف کے نشانات مطلا ہیں۔ آیات کے نشانات دائروں سے ظاہر کئے گئے ہیں جو سائز میں مختلف ہیں اور ان میں متعدد لکیریں خوب صورتی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ ہر سورۃ کا نام مطلا سطح پر سفیدہ کاشغری سے تحریر کیا گیا ہے حجم پر طلائی شجر کاری ہے۔ کاغذ قصبی عمدہ باریک قسم کا ہے۔ لوح مطلا پر سفیدہ کاشغری اور جواہر محلول کے نقش ونگار ترکی فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جدول مطلا، سیاہ وسرخ ہے۔

اس نسخہ کے آخر میں کاتب سید اسمٰعیل حلمی تلمیذ حسن الرضائی کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس مصحف کے پچیس پارے کی وسط ربیع الاول ۱۲۸۷ھ تک کتابت مکمل کی تھی۔ اس کے بعد آخر میں دعائے ختم القرآن دو صفحہ کی ہے جس کے آخر میں کاتب سید عبداللہ لطفی لکھتا ہے کہ وسط محرم ۱۲۸۷ھ میں وہ یہ دعا لکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں کچھ سہو ہوا ہے، کیوں کہ محرم کا مہینہ ربیع الاول سے دو مہینے پہلے آتا ہے اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ بقیہ پانچ پارے دوسرے کاتب نے اسی سن کے محرم میں پورے کئے ہوں۔ صحیح یہ ہوگا کہ پہلے کاتب نے ربیع الاول ۱۲۸۷ھ تک ۲۵ پارے لکھے ہوں گے، اور محرم ۱۲۸۸ھ میں دوسرے

کاتب نے بقیہ حصہ کی تکمیل کی اور یہ دعائے ختم القرآن لکھی۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دوسرے کاتب کی تحریر صرف دعائے ختم القرآن ہی ہو۔ اور بقیہ پانچ پارے کی تکمیل بھی پہلے کاتب نے خود ہی کی ہو۔ اور یہ قیاس غالب ہے۔

نسخہ پر طلاکاری اور سفیدہ کی تحریر صاف بتا رہی ہے کہ یہ نسخہ کی تیاری کے کچھ دنوں بعد کی گئی ہے۔ سفید تحریریں جو سفیدہ کاشغری سے سورتوں کی ابتدا میں کی گئی ہیں، اپنے خط کی ساخت کی وجہ سے واضح طور پر یہ بتا رہی ہیں کہ یہ تحریریں کسی دوسرے کی ہیں۔ اصل کاتب کی نہیں ہیں۔ گل کار خطاط نہیں تھا۔ اس لئے سفیدہ کاشغری کی جو تحریریں پائی جاتی ہیں، اُن کا خط ناپختہ ہے۔

---

۲ :۔ **قرآن کریم صرف الجزء الثالث** ——— داخلہ ۲۷۴۸

حجم ۴ ۹ صفحات، تقطیع $\frac{۵ \times ۶\frac{1}{2}}{۳ \times ۵}$، ۵ سطری، خط نسخ قدیم الخط، القاہرہ ۶۷۰ھ سے قبل۔

سرورق مطلا ہے۔ اب اس کی چمک ماند پڑ چکی ہے۔ سرورق نچلے حصہ سے ناقص ہے۔ قدیم خطِ نسخ کا ایک نمونہ ہے۔ کاغذ قطنی ہے جو مصر میں بنتا تھا، روشنائی سمرودی استعمال کی گئی ہے۔ آیات وادقاف کے نشانات ظاہر کئے گئے ہیں اور بعض طلائی ہیں۔ اس مخطوطہ کے سرورق پر وقف نامہ تحریر ہے جو سلطان اشرف (مصر) کے عہد کو ظاہر کرتا ہے جس سے اس مخطوطہ کو قبل ۶۷۰ھ قرار دیا گیا۔

صفحہ اوّل پر پہلی اور دوسری سطر کے درمیان داہنی جانب ایک مُہر کی چھاپ ہے اور آخری صفحہ پر بھی ایک دوسری مہر کی چھاپ موجود ہے۔ یہ دونوں مہریں نمایاں نہیں ہیں۔ بین السطور کافی جگہ چھوڑی گئی ہے۔

---

۳ :۔ **شرح الصدور فی حال الموتیٰ والقبور**، مصنفہ جلال الدین السیوطی (۸۴۹ - ۹۱۱ھ) ——— داخلہ ۵۵۶

حجم ۲۴۰ صفحات، تقطیع $\frac{۱۰ \times ۷}{۵ \times ۶\frac{1}{2}}$، ۲۱ سطری۔ خط نسخ مایقراء۔

مصنف جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ اپنی کثیر التعداد تصانیف کی بنا پر مشہور ہیں۔ بچپن ہی سے علوم اسلامیہ سے لگاؤ تھا اور آٹھ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ امام السیوطی نہ صرف مفسّر، محدّث و فقیہہ تھے بلکہ اُنھوں نے نحو و معانی اور بیان و بدیع و لغت میں بھی کمال حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات کی تعداد چھ سو تک پہنچ گئی تھی۔

اس مخطوطہ میں لوگوں سے سُنی ہوئی کہانیاں، روایات قصّے اور مرنے والے پر تدفین کی تیاری سے لے کر قبر تک کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔

سرورق معمولی کرم خوردہ ہے۔ ابتدائی چار صفحات بھی ذرا ناقص ہیں۔ بعض جگہ کاتب سے عبارت چھوٹ گئی جو حاشیہ میں درج ہے۔ کاغذ اسکندریانی اور روشنائی خطمی استعمال کی گئی ہے۔ جدید الخط ہے۔ کاتب کا نام، مقامِ کتابت اور سَن کسی جگہ درج نہیں ہے۔ غالباً یہ نسخہ ڈیڑھ سو برس قبل کے قریب کا ہے۔

---

۴ :۔ **متن البہجۃ مصنف زین الدین عمر المظفر ابن الوردی** (۶۸۹ - ۷۴۹ھ) ـــــــ داخلہ ۵۵۵

حجم ۲۳۶ صفحات، تقطیع $\frac{9 \times 6}{6\frac{1}{2} \times 4\frac{1}{2}}$ ، ۲۳ سطری، خط نسخ مایقرا، کاتب محمد بن یوسف اللیثی۔
مقام (القاہرہ) سنہ ۱۲۷۱ھ۔

مصنف نے اس مخطوطہ میں نجم الدین عبدالغفار القزوینی متوفی ۶۶۵ھ کی فقہ شافعی کی کتاب الحاوی الصغیر کو نظم کیا ہے۔ اس میں کوئی پانچ ہزار اشعار ہوں گے۔

ابن الوردی اپنی اس تالیف سے ۷۳۰ھ میں فارغ ہوئے۔ مطبع ابوزید القاہرہ سے بذریعہ لیتھو گرافی ۱۳۱۱ھ میں چھپ کر شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعد اس کتاب کے مختلف دو تین ایڈیشن قاہرہ سے چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب متن البہجۃ اس لئے کہلاتی ہے کہ اس کی متعدد لوگوں نے شرح کی ہے۔ جن میں شیخ شہاب الدین احمد ابن حسین الرملی متوفی ۸۴۴ھ اور ابوزرعۃ احمد بن عبدالرحیم العراقی متوفی ۸۲۶ھ کی شرحیں بھی ہیں۔

الحاوی الصغیر دراصل قاضی ابوالحسن الماوردی الشافعی ۴۵۰ھ کی ضخیم کتاب الحاوی الکبیر کا خلاصہ ہے۔ الحاوی الکبیر بڑی بڑی دس جلدوں میں ہے۔

متن البہجۃ نام کی ایک کتاب ابن الوردی کی فن تجوید میں بھی ہے۔ یہ نسخہ متن البہجۃ فقہ شافعی کی کتاب ہے۔ کاغذ اسکندریانی اور روشنائی سمرودی استعمال کی گئی ہے۔

---

۵ :۔ **شرح اللمعۃ فی حل الکواکب السبعۃ، مصنف الشیخ محمد الخضری** ـــــــ داخلہ ۳۷۵۱

حجم ۱۸۶ صفحات، تقطیع $\frac{9 \times 6\frac{1}{2}}{7 \times 4\frac{1}{2}}$ ، ۲۷ سطری، خط معمولی نسخ۔

کاتب ابراہیم حسن الزقازیقی ۔

القاہرہ ۱۳۰۶ھ

اللمعۃ علم ہیئت کی ایک مشہور کتاب ہے ـــــ شہاب الدین احمد ابن غلام اللہ الکوفی الریشی جو بادشاہِ وقت کی مسجد میں اوقاتِ نماز کے تعین کے لئے مقرر تھے ۔ انہوں نے ایک کتاب نزہتہ الناظر وتلخیص زیج ابن الشاطر تصنیف کی یہی کتاب اللمعۃ فی حل الکواکب السبعۃ کے نام سے مشہور ہوئی ۔ زیج ابن الشاطر آٹھویں صدی ہجری کے ایک ماہر ہیئت دان ابن الشاطر الانصاری الدمشقی متوفی ۷۷۷ھ نے ، جن کا پورا نام ابوالحسن علاؤالدین علی ابن ابراہیم الموتد ہے ، ـــــ تصنیف کی تھی ۔ اس میں انھوں نے ستاروں کے منازل اور اُن کی رفتار کا تقابلی جدول بنایا تھا ۔ یہ کتاب زیج ابن الشاطر کے نام سے مشہور ہے ۔ اس میں اوقات کے تعین کے لئے آسان طریقہ پیش کیا گیا تھا لہذا کافی مقبول ہوئی ۔ مختلف اوقات میں اس کتاب کی بہت سی تلخیصیں اور شرحیں لکھی گئیں ۔ ان میں سے ایک اللمعۃ بھی ہے ۔ کتاب اللمعۃ کی شرح مصر کے مشہور عالم ہیئت دان محمد الخضری نے کی ہے ۔

محمد الخضری دمیاط (مصر) کے ایک عالم تھے ۔ جو الازہری بھی کہلاتے ہیں ۔ محمد الخضری دو بھائی تھے دونوں محمد الخضری کے نام سے مشہور ہوئے ۔ ایک بھائی کا انتقال دمیاط میں ۱۲۸۷ھ میں ہوا ۔ دوسرے کا انتقال قاہرہ میں ۱۲۹۸ھ میں ہوا ۔

یہ شرح ان بھائیوں میں سے ان بزرگ کی ہے جن کا انتقال قاہرہ میں ہُوا ۔

آخر میں یہ شعر درج ہے ؎

تم الکتاب بحمد اللہ باریناً

ومن بلا شک بعد الموت یحیینا

یا رب فاغفر لعبد کان کاتبہ

یا قاری الخط قل باللہ امیناً

کاغذ موجودہ صدی کا ہے اور عام روشنائی استعمال کی گئی ہے ۔